حدیث ابوبکرہؓ کی اسنادی حیثیت

پروفیسر قاضی مقبول احمد

چوتھا اعتراض: بعض دانشوروں کا ارشاد ہے کہ یہ حدیث بخاری شریف کے علاوہ سنن ترمذی، سنن نسائی، مسند احمد، مستدرک حاکم وغیرہ میں بھی مروی ہے۔ ان کتب میں جو حدیث کا متن مذکور ہے اس میں الفاظ کا بہت اختلاف ہے کہیں **لن یفلح** کہیں **ماافلح** اور کہیں **لا یفلح** کے الفاظ ہیں۔ بعض احادیث میں **ولوا امرھم** بعض میں **اسندوا امرھم** کے الفاظ ہیں۔ بعض احادیث میں صاف طور پر مذکور ہے کہ حضرت ابوبکرہؓ نے یہ الفاظ بذات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے کہ وہاں **سمعت** (میں نے سنا) کے الفاظ ہیں بعض میں یہ الفاظ موجود نہیں جس سے اس امر کا امکان ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حدیث مرسل صحابی ہے یعنی ابوبکرہؓ نے ممکن ہے کسی دوسرے صحابی سے یہ الفاظ سنے ہوں۔ ان معترضین کے بقول خود بخاری کی دونوں روایات میں اس طرح کا اختلاف موجود ہے۔ ایک روایت میں **سمعت** کے الفاظ ہیں دوسری میں نہیں ہیں۔ ایک میں **فارسا** کا ذکر ہے جب کہ دوسری میں اہل فارس کا۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ فارسا" کے الفاظ باعتبار عربی گرائمر غلط ہیں۔ لہٰذا ان مذکورہ وجوہ کی بنا پر یہ حدیث قابل قبول نہیں کہ اس کے متن میں اضطراب اور اختلاف پایا جاتا ہے۔

صحیح بخاری میں مذکورہ دونوں احادیث کے متن کے متعلق یہ اعتراضات دراصل اصول حدیث سے ناواقفیت کی علامت ہیں اور ان سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ معترضین نے صحیح بخاری کا بنظر غائر مطالعہ نہیں فرمایا۔ بلکہ سطحی اور عامیانہ انداز میں اسے پڑھا ہے اور دیگر عام کتب حدیث کی طرح سمجھ کر اعتراض کر دیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں جن علوم و معارف کو بیان کیا ہے ان کا ادراک کرنا ہر آدمی کے بس کی بات نہیں۔ فتح الباری سے قبل بڑے بڑے جلیل القدر ائمہ نے صحیح بخاری کی شروح لکھیں اور وہ اس قدر ناقص تھیں کہ انہیں شرف قبولیت نہ مل سکا۔ ان شروحات کے باوجود ہمیشہ یہ ہی سمجھا جاتا رہا کہ بخاری کی شرح ابھی تک امت پر قرض ہے۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے، معترضین حضرات نے بھی اس بحر بیکراں کی گہرائیوں کا اندازہ کئے بغیر محض تک بندی سے کام لیا ہے اگر وہ غور فرماتے تو یہ اعتراضات کرتے ہوئے انہیں خود ہی ندامت کا سامنا کرنا پڑ جاتا۔

حدیث ابی بکرہؓ چار حصوں پر مشتمل ہے۔

(۱) سند (۲) متن (۳) متن پھر دو حصوں پر مشتمل ہے ایک حضرت ابوبکرہؓ کے اپنے الفاظ اور دوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ الفاظ (۳) آیا یہ حدیث مرسل صحابی ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ خود حضرت ابوبکرہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنے۔

(۱) سند (۲) متن۔ کسی حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا انحصار سند اور متن دونوں کی صحت پر ہے۔ اگر یہ دونوں حصے علت سے خالی ہوں۔ یعنی سند متصل ہو راوی ثقہ' عادل اور ضابط ہوں۔ متن میں کوئی علت نما مفسد (پوشیدہ نقص) نہ ہو یعنی متن نہ منکر ہو' نہ اس میں شذوذ ہو تو ایسی حدیث کی محدثین ان الفاظ سے توثیق کرتے ہیں۔ ھذا حدیث صحیح (یہ صحیح حدیث ہے) اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ حدیث کی سند اور متن دونوں میں کوئی علت نہیں۔ اور اگر سند صحیح ہو اور متن میں کوئی علت ہو تو محدثین کرام سند کی صحت کی توثیق اور متن کی عدم صحت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد (اس حدیث کی سند صحیح ہے)

اب اگر اس اصول کے تحت دیکھا جائے تو ابوبکرہؓ کی صرف وہ روایت سند اور متن کے اعتبار سے درجہ صحت کو پہنچتی ہے جو امام بخاری نے صحیح بخاری میں دو مقامات پر ذکر کی ہے۔ ان کے علاوہ باقی تمام کتب احادیث میں ابوبکرہؓ کی جو روایات مذکور ہیں ان میں اگر کسی کی سند بقول محدث صحیح ہے تو متن میں کوئی نہ کوئی علت ہے۔ اور اگر کسی روایت میں متن علت سے پاک ہے تو سند میں ضعف ہے۔ اسی بنا پر امام بخاری نے انہیں صحیح بخاری میں ذکر نہیں کیا مثلاً:

امام حاکم نے مستدرک میں یہ روایت بیان کی:

حدثنا صفوان بن عیسی قاضی حدثنا عوف بن ابی جمیلتہ عن الحسن عن ابی بکرۃ قال لما کانی یوم الجمل اردت ان آتیھم اقاتل معھم حتی ذکرت حدیثا سمعتہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ بلغہ ان کسری او بعض ملوا الاعاجم مات فولوا امرھم امراۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یفلح قوم تملکھم امراۃ

ابوبکرہؓ نے کہا جب جنگ جمل ہوئی میں نے ارادہ کیا کہ ان کے پاس آکر اور ان کے ساتھ مل کر لڑوں حتی کہ مجھے ایک حدیث یاد آگئی جو میں نے اللہ کے رسول سے سنی تھی وہ یہ تھی کہ جب ان کو خبر ملی کہ کسریٰ یا کوئی اور عجمی بادشاہ مرگیا ہے اور ان لوگوں نے عورت کو والی بنا لیا ہے تو اللہ کے رسول نے فرمایا۔

وہ قوم فلاح نہ پائے گی جس پر ایک عورت حکمرانی کرے گی۔

اس پوری حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام حاکم فرماتے ہیں۔ **ھذا صحیح الاسناد ولم یخرجاہ** (اس حدیث کی سند صحیح ہے اور بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی) امام حاکم نے صحیح الاسناد کہہ کر بذات خود اعتراف کیا کہ اس حدیث کا متن خالی از علت نہیں ورنہ وہ اس حدیث کو صحیح کہتے۔ صفوان بن عیسیٰ سے اوپر کے تمام راوی وہی ہیں جو صحیح بخاری کے ہیں اس میں جو نقص ہے وہ صفوان کی وجہ سے ہے۔ بخاری کی روایت میں قطعی طور پر کسریٰ کا ذکر ہے جب کہ اس روایت میں راوی نے شک کا اظہار کیا ہے کہ کسریٰ یا کوئی عجمی بادشاہ فوت ہوا تو یہ ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسی طرح صحیح احادیث میں **لن یفلح** کے الفاظ ہیں جب کہ اس روایت میں **لا یفلح** کے ہیں جو غیر محفوظ ہیں۔ ان علل کی وجہ سے خود امام حاکم نے اس حدیث کے متن کی صحت کا دعویٰ نہیں کیا اور اسی بناء پر بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں اس کی تخریج نہیں کی۔

دوسری حدیث امام حاکم نے یہ بیان کی:

عبداللہ بن حسین، حارث بن اسامہ، محمد بن عیسیٰ بن طباع بکار بن عبدالعزیز بن ابی بکرۃؓ

ابی بکرۃؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خوشخبری دینے والا آیا جو کسی لشکر کی کامیابی کا مژدہ سنا رہا تھا جب کہ آپ کا سر عائشہؓ کی گود میں تھا۔ خوشخبری سن کر آپ اٹھے اور سجدہ ریز ہو گئے جب سر اٹھایا تو قاصد سے کئی باتیں پوچھیں۔ اس نے منجملہ دیگر باتوں کے یہ بھی بتایا کہ ان کی سردار ایک عورت تھی اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ھلکت الرجال حین اطاعوا النساء مرد جب عورتوں کے اطاعت گزار ہو جائیں تو ہلاک ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد امام حاکم فرماتے ہیں۔

ھو حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔

یہاں بھی امام حاکم نے صرف سند کی صحت کا دعویٰ کیا ہے۔ متن کو غیر محفوظ ہی قرار دیا ہے۔ ورنہ آپ فرماتے یہ حدیث صحیح ہے۔ اور سند کی صحت کا جو دعویٰ کیا ہے وہ بھی محل نظر ہے۔ اس میں بکار بن عبدالعزیز راوی ضعیف ہے۔ اور اس حدیث کا معنی اس صحیح حدیث سے متصادم ہے جو صلح حدیبیہ کے قصہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے حضرت ام سلمہؓ کے مشورہ پر عمل کیا۔ ان کی بات مانی اور اپنی قربانی کو ذبح کر دیا۔ یہ دیکھ کر تمام صحابہ نے ایسا ہی کیا۔ ورنہ پہلے وہ ایسا کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ اس بناء پر امام بخاری نے اس کی تخریج نہ کی کہ سنداً بھی ضعیف ہے

اور متن بھی معلول ہے۔ یہ ہی دیگر روایات کا حال ہے۔ جب کہ امام بخاری کا یقین ہے اور دعویٰ ہے کہ ان کی بخاری میں تخریج کردہ تمام اسناد احادیث صحیح ہیں۔ گویا باعتبار سند بھی اور باعتبار متن بھی ان کی صحت امام بخاری کے نزدیک یقینی ہے۔ امام بخاری بحیثیت محدث اس قدر بلند مرتبہ پر فائز ہیں کہ ان کی طرف نظر اٹھاتے کئی بڑے بڑے فقہاء و محدثین کی پگڑیاں گر جاتی ہیں۔ اس لئے امام بخاری کی رائے کو محض قیل و قال یا کٹ حجتی سے مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ یہ علم کی کوئی خدمت نہیں ہے نہ یہ کوئی ایمان دارانہ انداز تحقیق ہے کہ صحیح سند اور صحیح متن کی روایات کو معلوم اسناد اور معلول متون والی احادیث میں خلط ملط کرکے یہ نتیجہ اخذ کر لیا جائے کہ دراصل یہ حدیث ہے ہی نہیں۔ موضوع ہے یا ضعیف ہے۔ اگر ائمہ سلف اس طرح اپنی تحقیقات فرماتے تو دنیا میں آج ایک بھی صحیح حدیث کا وجود نہ ہوتا۔ بلکہ اصل طریق تحقیق یہ ہے کہ مختلف اسناد یا مختلف متون میں تمیز کی جائے۔ چھان پھٹک کی جائے اور جو صحیح ثابت ہو اسے بطیب خاطر قبول کر لیا جائے اگر عورت کی سربراہی و حکمرانی کا جواز ثابت ہی کرنا ہے تو اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ امام بخاری کی عظمت کو ضرور داغدار کیا جائے۔ صحیح بخاری کے تقدس پر گندگی کے چھینٹے اڑائے جائیں۔ معتزلہ اور فلاسفہ کی پیروی میں خبر واحد کو تختہ ستم بنایا جائے اس کے اور بھی معقول راستے موجود ہیں۔ لہٰذا دیگر بیمار احادیث کے ساتھ بخاری کی روایت کو خلط ملط کرکے اپنا مدعا ثابت کرنا علمی تحقیق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے جب کہ امر واقع یہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے اس روایت کو بخاری شریف میں ایک ہی سند اور ایک ہی متن کے ساتھ (اگرچہ متن میں چند الفاظ کا اختلاف ہے مگر حدیث کے اصل الفاظ (**لن یفلح قوم ولوا امرھم امراۃ**) بیان کرکے کئی اہم مسائل کی نشاندہی فرمائی ہے۔

(الف) حدیث ابی بکرہؓ کی بخاری میں مذکور سند سے بہتر کوئی اور سند نہیں۔ اگر کوئی اور سند ہوتی تو دوسرے مقام پر اس کو بیان کرتے۔ اگر حافظ ابن حجرؒ نے یہ فرمایا ہے کہ ترمذی کی روایت کی سند بخاری کی روایت سے بہتر ہے تو پھر بھی ایک اور خصوصیت کے اعتبار سے صحیح بخاری کی سند کا درجہ بہتر ہے کہ صحیح بخاری کی سند عالی ہے۔ اس میں امام بخاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صحابی سمیت صرف چار راوی ہیں جب کہ نسائی اور ترمذی کی سند نازل ہے اس میں امام ترمذی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صحابی سمیت پانچ راوی ہیں۔ اس امتیازی وصف کی بنا پر امام بخاری نے عوف کی روایت کو ترجیح دی ہے۔

فنی اعتبار سے بھی ترمذی کی سند کو صحیح بخاری کی سند پر ترجیح دینا محل نظر ہے۔ اس لئے کہ امام ترمذی نے یہ روایت بیان کرنے کے بعد یہ فرمایا ہے کہ ھذا حدیث حسن صحیح یہ حدیث حسن صحیح

ہے۔ اس بارہ میں ائمہ حدیث میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں کہ ایک حدیث کو بیک وقت حسن اور صحیح قرار دینے سے امام ترمذی کی کیا مراد ہے۔ علامہ عبدالرحمان مبارکپوری نے اس پر مقدمہ تحفۃ الاحوذی میں سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ جس کے تفصیلی بیان کا یہ موقع نہیں۔ تمام اقوال اور ان پر واردشدہ اعتراضات کا ذکر کرنے کے بعد علامہ مبارکپوری اپنی تحقیق کا ماحاصل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قلت و عند توجیهان اخران ولهما ان المراد حسن لذاته صحیح لغیره والاخران المراد حسن باعتبار سنده و صحیح ای انه اصح شئی ورد فی الباب فانه یقال اصح ماورد کذا وان کان حسنا او ضعیفا"

میرے نزدیک اس کی دو توجیہات اور بھی ہیں ایک یہ کہ حدیث حسن لذاتہ ہے اور صحیح لذاتہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ باعتبار سند حدیث حسن ہے اور اس موضوع پر یہ سب سے صحیح حدیث ہے یہ بات کہ اس باب میں صحیح ترین یہ روایت ہے اس روایت کے بارہ میں بھی کہی جاتی ہے جو حسن یا ضعیف ہو۔

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بخاری کی روایت کے درجہ کے کمتر ہے۔ بخاری کی روایت صحیح لذاتہ ہے جب کہ یہ صحیح لغیرہ ہے۔ یا حسن لذاتہ ہے اور اس کا درجہ بھی صحیح لذاتہ سے کمتر ہوتا ہے۔ اس بنا پر یہ کہنا محل نظر ہے کہ ترمذی کی روایت کی سند بخاری کی سند سے بہتر ہے۔

---

(۱) صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ اور حسن لذاتہ اصول حدیث کی اصطلاحات ہیں صحیح لذاتہ سے مراد وہ روایت ہے جس کی سند متصل ہو۔ راوی عادل ہو اور قوت حافظہ اعلیٰ درجہ کی ہو۔ اس کا متن شاذ نہ ہو۔ نہ اس میں کوئی علت ہو۔

صحیح لغیرہ سے مراد وہ روایت ہے جس کے راویوں میں مندرجہ بالا صفات بدرجہ کمال نہ پائی جاتی ہوں۔ مگر متعدد دوسری اسناد سے اس روایت کی تائید ملتی ہو۔ اس کا درجہ صحیح لذاتہ سے کمتر ہے۔

حسن لذاتہ سے مراد وہ روایت ہے جس کے راوی میں مذکورہ بالا صفات بدرجہ کمال نہ پائی جاتی ہوں اور دیگر اسناد میں بھی اس کی تائید نہ ہوتی ہو۔

(ب) یہ سب اعتراضات اور یہ تمام اشکالات امام بخاری کے ذہن میں تھے۔ اس لئے آپ نے نہایت لطیف پیرایہ میں ان سب کا جواب یہ حدیث بیان کر کے دلایا ہے۔ جس طرح مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون، روم کے ہر بادشاہ کو قیصر کہا جاتا تھا اسی طرح ایران کے ہر بادشاہ کو کسریٰ کہا جاتا تھا۔ لہٰذا جب حضرت ابوبکرةؓ کی حدیث میں یہ ذکر آیا کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو ملکہ بنا لیا ہے تو ذہن میں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ کسریٰ سے کون سا بادشاہ مراد ہے کیونکہ اس نام سے تو فارس کا ہر فرماں روا موسوم کیا جاتا ہے۔ امام بخاری نے اس اشکال کو واضح کر دیا کہ کسریٰ سے مراد وہی کسریٰ ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغی خط ارسال فرمایا تھا۔ یعنی حضرت ابوبکرةؓ کی حدیث میں جس کسریٰ کی بیٹی کا ذکر ہے اس سے مراد خسرو پرویز ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ارشاد فرمایا **لن یفلح قوم** تو اس وقت خسرو پرویز کی بیٹی فارس کی مالکہ بنی تھی۔ اس نکتہ کی وضاحت کے لئے امام بخاری نے کتاب المغازی میں ایک ضمنی باب باندھا۔

باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ و قیصر (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک کسریٰ و قیصر کی طرف) اس باب کے تحت امام بخاری نے حدیث ابی بکرةؓ بیان فرمائی جس سے اس امر کی وضاحت کرنا مطلوب تھا کہ اس میں جس کسریٰ کی بیٹی کے تخت فارس پر جلوہ افروز ہونے کا ذکر ہے یہ وہی کسریٰ ہے جس کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نامہ مبارک ارسال فرمایا تھا۔

امام بخاریؒ یہ سمجھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارکہ کو جس طرح کسریٰ خسرو پرویز نے ریزہ ریزہ کیا اور پھر جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مملکت کی بربادی کی بددعا کی اس میں یہ حقیقت واضح ہو جانی چاہئے کہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے کسریٰ کا ذکر آئے گا تو اس سے مراد کسریٰ خسرو پرویز ہی ہو گا۔ اس لئے حدیث ابی بکرةؓ میں بنت کسریٰ سے مراد خسرو پرویز کی بیٹی ہے۔

(ج) دوسرا اہم نکتہ جو امام بخاریؒ نے حل فرمایا یہ کہ حضرت ابوبکرةؓ نے یہ الفاظ (**لن یفلح قوم الخ**) بذات خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ کسریٰ کی بیٹی کو اہل فارس نے حکمران بنا لیا ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کسریٰ کی بیٹی یا تو حضرت ابوبکرةؓ کے قبول اسلام کے بعد تخت نشین ہوئی۔ جیسا کہ تاریخی شواہد سے اس امکان کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت ابوبکرةؓ ۸ھ میں محاصرہ طائف میں مشرف باسلام ہوئے جو ماہ شوال میں ہوا۔ شاہ فارس کسریٰ پرویز جمادی الاولیٰ ۷ھ میں قتل ہوا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے شیرویہ نے ۸ ماہ تک حکومت کی۔ شیرویہ کی موت کے بعد اس کا بیٹا سات ماہ بادشاہ رہا۔ اس کے قتل کے بعد شہر براز

ساٹھ روز تک حکمران رہا- اس کے بعد کسریٰ کی بیٹی ملکہ بنی- اس حساب سے کسریٰ کی موت اور اس کی بیٹی کے ملکہ بننے کے دوران کا عرصہ تقریباً سترہ ماہ بنتا ہے- اس حساب سے کسریٰ کی بیٹی ۸ھ ماہ ذوالحج کے لگ بھگ تخت نشین ہوئی- اور حضرت ابوبکرہؓ اس سے تقریباً تین ماہ قبل مسلمان ہو چکے تھے- لہٰذا ان کا یہ کہنا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث اس وقت سنی جب کسریٰ کی بیٹی ملکہ بنی بالکل درست ثابت ہوتا ہے- حضرت امام بخاریؒ نے اس امر کی نشاندہی کرکے دراصل جہاں یہ ثابت کیا کہ ابوبکرہؓ کا سماع تاریخی طور پر درست ہے وہاں اشارۃً آپ نے یہ بھی بتا دیا کہ دوسری وہ تمام روایات جن میں کہیں اس بات کا ذکر ہے کہ کسریٰ نے خود اس کا جانشین مقرر کیا اور کہیں یہ ذکر ہے کہ مرنے والا بادشاہ ذی یزن تھا یا کہیں یہ بات شک کے ساتھ کی گئی ہے کہ وہ کسریٰ تھا یا کوئی اور عجمی بادشاہ وغیرہ وغیرہ تو وہ تمام روایت' باعتبار متن شاذ ہیں- کہ ثقہ رواۃ کی روایت سے متصادم ہیں اور اس بنا پر معلول ہیں اور صحیح ترین روایت وہ ہی ہے جو آپ نے بخاری میں دو مقامات پر ایک ہی سند کے ساتھ بیان کی ہے- اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ ان روایات کی امام بخاری نے تخریج کیوں نہیں فرمائی- اس لئے معترضین حضرات کا ضعیف الاسناد یا معلول المتن روایات کو بخاری کی روایات کے ساتھ خلط ملط کرکے تمام روایات کو مشکوک یا ضعیف یا جعلی قرار دینا قرین انصاف نہیں- ان کا فرض تھا کہ ہر حدیث کی روایت کو اس کے معیار پر پرکھتے اور صحیح حدیث کی جستجو کرتے مگر جب یہ پہلے سے طے کرلیا ہو کہ ہر صورت میں اس حدیث کی تکذیب کے لئے ہر حربہ استعمال کرنا ہے اور اس طرح آنکھوں پر پٹی باندھ لی ہو یا دل و دماغ کے روشندان مقفل کرلئے ہوں تو ظاہر ہے حق و صواب تک رسائی مشکل ہوتی ہے اور صحیح بخاری جیسی علوم و معارف کی خزینہ کتاب سے استفادہ ناممکن ہو جاتا ہے-

یہ تو وہ عمومی نوعیت کے اعتراضات تھے جو بحیثیت مجموعی حضرت ابوبکرہؓ کی حدیث پر کئے گئے تھے- اور تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ صحیح بخاری میں مذکور اس حدیث پر یہ اعتراضات صحیح نہیں ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے اور قابل احتجاج ہے- (جاری ہے)

دعا کے لئے

شیخ محمد عمران کے والد محترم شیخ فضل الرحمٰن صاحب کافی عرصہ سے علیل ہیں تمام ان کی صحت کے لئے اللہ کے حضور دعا کریں- اللہ تعالیٰ ان کو شفا عطا فرمائے-

منجانب = ماسٹر عبدا عبدالغفار قمر گوبند گڑھ گوجرانوالہ